مسلمانوں کے دل خوب چھلنی ہو چکے! اب ہے حقیقی اسباب کی تلاش کا وقت

(Enough dissecting of Muslim hearts! time to search for the real roots!)

مسلمانوں کے دلوں میں نفرت انگیز خاکوں کے ذریعے خنجر گھونپنے کے عمل سے اطمینان نہیں ہوا...... بی بی سی سمیت...... ذرائع ابلاغ کے مزاج سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے دلوں کو پارہ پارہ کرنے والے ان کارٹونوں کی مکرر اشاعت نہ کر کے بظاہر اس سنگدلانہ مہم سے اپنے آپ کو الگ رکھا تا کہ ہم مضطرب نہ ہوں۔ ان کے مزاج سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا ہمارے احساسات، محض کسی ضد یا سیاسی جوڑتوڑ کا نتیجہ ہیں۔ بہت کم لوگ واقعتاً سمجھتے ہیں کہ اس تنازع کے پیش نظر مخصوص مقاصد ہیں، یعنی بڑے پیانے پر مسلمانوں میں ہنگامہ آرائی ہو اور یورپ میں اسلام کے خلاف نفرت کو ہوا ملے۔

''بچوں کی کتاب'' کی ملمع کاری پر بی بی سی کی تائید

پچھلے ہفتے بی بی سی ریڈیو فور نے اپنے اوپن کنٹری پروگرام کی جگہ ایک ''خصوصی پروگرام'' کا اعلان کیا جس کی تشہیر ریڈیو نے ان الفاظ میں کی: ''تنازع کے اسباب کی تلاش میں میلکم بریجٹ کا سفر ڈنمارک''۔ بجائے اس کے کہ خاکے تیار اور شائع کرنے والے شخص فلیمنگ روز کا انٹرویو ہوتا تقریباً تمام پروگرام کی توجہ ان ڈینش مسلمانوں پر الزام تراشی پر رہی جو اس اختلافی مسئلے والے ''کارٹونوں کو عرب دنیا میں لے گئے۔'' گویا یہ فرض کر لیا گیا کہ عالمگیریت اور انٹرنیٹ کے اس دور میں یہ خاکے عرب ممالک میں ویسے نہ پہنچ پاتے۔ جن ممالک میں یہ کچھ ہوا، ڈنمارک کے ساتھ وسیع پیانے پر ان کی تجارت ہے اور کوپن ہیگن میں واقع ان کے سفارت خانے میں بھرپور عملہ موجود ہے۔

مسٹر بریجٹ نے اس عام سے مفروضے پر انحصار کیا ہے کہ مسٹر کیرے بلوگن کی بچوں کے لیے کتاب مسئلے کی جڑ ہے۔ کہانی آگے بڑھنے کے ساتھ ساتھ اسے اپنی کتاب کے لیے وہ نمونے خاکے وغیرہ نہیں ملتے جن کا مقصد ''اسلام کے فہم کو بہتر انداز میں فروغ دینا'' تھا۔ بجائے اس کے کہ بچوں کے فہم اسلام کو اجاگر کرنے اور پگڑی میں رکھے ایک بم والے کارٹون میں کسی واضح تعلق کی چھان بین کی جاتی، صحافیوں نے بڑی حد تک اپنے لیے ایک آسان راستے کا انتخاب کیا جس پر چلنا بڑا آسان تھا۔ انہوں نے اس فساد کے موجدوں کا نقطہ نظر حقیقتاً قبول کر لیا۔ اگر مسٹر روز نے یہ کارٹون محض مسٹر بلوگن کی بچوں کی کتاب میں تعاون کی غرض سے تیار کیے تھے تو اس کے لیے اس بات کا کوئی معقول جواز نہیں تھا کہ ''بالغوں'' سے متعلقہ مندرجات...... ''بم'' اور ''دوشیزاؤں''...... کا اشاعت کے لیے انتخاب کیا جائے۔

بدقسمتی سے مسلم برادری کی طرف سے مختلف مواقع پر کیے جانے والے احتجاج میں بعض بھولے بھالے لوگوں کا غیر معمولی ردِعمل اب اکثر مسلمانوں کے رنج والم کے کلی استرداد کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔ لاکھوں افراد کے جذبات کو محض حکومتی استحصال

کے نام پر مسترد کیا جا رہا ہے جبکہ حقیقی صورت حال یہ ہے کہ امریکی پشت پناہی سے قائم افغانستان سمیت، چالیس ممالک میں مسلمان احتجاج کر رہے ہیں اور معصوم شہریوں کو بے رحم پولیس گولیوں کا نشانہ بنا رہی ہے۔

بی بی سی اور ایم ای ایم آر آئی (MEMRI) کی ہم آہنگی

بی بی سی کے صحافی اگر اپنے فرائض (یعنی ہمارے لائسنس فیس کی شکل میں مہیا کردہ مالی وسائل کا بے دریغ استعمال کر کے) سر انجام دے رہے تھے تو وہ محض چشم پوشی کی بجائے اس افسانہ نگاری میں سے کچھ مزید تلاش کرتے تو انہیں پتہ چلتا کہ جو کچھ دکھایا جا رہا ہے حقیقت اسے مختلف ہے۔ افسوس کا مقام تو یہ ہے کہ وہ اپنے مطلب کی سنی سنائی باتوں پر انحصار کرتے ہوئے یہ کام مسلسل کر رہے ہیں۔ مسٹر ٹم ویول اور نیوز نائٹ پروگرام (9 فروری 2006ء) مشرق وسطٰی میں ان کارٹونوں کی یک طرفہ کوریج کو دہرانے پر مسلمانوں کے تمام مرکزی دھارے کی طرف سے دھتکارے ہوئے شخص ارشاد منجی اور امریکی پروردہ اسرائیل کے حمایتی تھنک ٹینک ''ایم ای ایم آر آئی'' پر انحصار کرتے ہیں۔ اسرائیلی ذرائع ابلاغ میں سے (جو عام طور پر مسلمانوں اور عربوں کا ہوّا کھڑا کرتے رہتے ہیں) وڈیو کے ٹکڑے جوڑ کر اور کارٹونوں کی مدد سے وہ ایک دفعہ پھر متوازن انداز میں تعصب کا اظہار کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ کیا ہم واقعی یقین کر لیں کہ ''میمری'' کی مہیا کردہ عربی میں بالوضاحت نشان زدہ عبارت **بعث تجريبى** (تجرباتی نشریات) کوئی اتفاقی انتخاب تھا؟

اس کہانی کے دو پہلو ہیں: بی بی سی کا کسی اصل اور معروضی تحقیق کا اہتمام کرنے کے بجائے، ظاہر ہوتا ہے کہ اب تک اسرائیل کے حمایتی انتہا پسندوں کے پکے پکائے اور زود ہضم پکوانوں سے کام لے رہی ہے۔ اگر بی بی سی یہی نیا متوازن طریق کار اختیار کرنا چاہتی ہے تو کوئی شخص یہ دلیل دے سکتا ہے کہ اسے کہا جائے کہ فلسطینی انتہا پسندوں کی تشہیری وڈیو بھی نشر کی جائیں جن میں خون ریزی کے من گھڑت الزام نہ ہوں (جیسا کہ اس نے میمری کے دیئے گئے قابل اعتراض اجزا کے ساتھ کیا) بلکہ جن میں فلسطینی بچوں کا حقیقی قتل عام دکھایا گیا ہو۔ ہوسکتا ہے نیوز نائٹ اور بی بی سی کے آرکائیوز میں معصوم محمد الدرہ کی اپنے باپ کے بازوؤں میں دم توڑنے کے منظر والی وڈیو موجود نہ ہو۔

اور حد تو یہ ہے کہ بی بی سی نے کارٹونوں والے اپنے دکھائے گئے ٹکڑوں اور دنیائے عرب کے تیار کردہ ایک ڈرامے (اور جن حالات میں یہ تیار ہوئے) کو متن کے حسب حال تیار کرنے کی کوشش بھی نہیں کی۔ وڈیو جذبات کو انگیخت دینے والا ایک ذریعہ ہے اور داستان کا ایک رخ بیان کرنے لیے اس کے استعمال نے مسلم اور عرب دنیا کا بلاشبہ ایک ناروا تشخص اجاگر کیا ہے۔

(میمری کے نام سے معروف ادارے کے متعلق مزید جاننے کے لیے

براہ کرم 7792,773258,00,html

http://www.guardian.co.uk/elsewhere/journalist/story/0

پر گارڈین کے صحافی برین وائیٹکر کا مضمون ملاحظہ ہو)۔

خاموشی سے الزام تراشی کی سازش)

بی بی سی کے پروگرام ''ٹوڈے''(8فروری2006ء)میں اس رائے کا اظہار کیا گیا ہے کہ مسلمانوں میں یہ باہمی ملی بھگت ہو سکتی ہے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصاویر کی موجودگی کا انکار کرتے رہیں۔ کیرولین کوِن نے تائیدی لب و لہجے میں قرآن کی ایک آیت کا حوالہ دیا۔ پھر اس کے بعد ایک جاہلانہ مفروضے کا اظہار کیا کہ اسلام میں اللہ اور نبی میں کوئی امتیاز نہیں۔ بی بی سی اگر یہ چاہتی ہے کہ ''خاموشی والی اس ملی بھگت'' پر گفتگو کی جائے تو میرے خیال میں ہمیں یہ بھی جائزہ لینا چاہیے کہ کارٹون بنانے کے مرتکب مسٹر فلیمنگ روز اور دائیں بازو کے اور اہم اسرائیل موافق انتہاپسند مسٹر ڈینیل پائپس کے درمیان تعلقات پر ذرائع ابلاغ نے اعلیٰ سطح کی چھان بین کیوں نہیں کی۔ اتفاق سے مسٹر پائپس مسلمانوں کو یورپ سے نکال باہر کرنے میں بہت پُر جوش ہے اور جسے ڈر ہے کہ ایک دن آئے گا جب مسلمان اسرائیل کے متعلق مغرب کی خارجہ پالیسی پر اثر انداز ہوا کریں گے۔

فساد کے موجب ان کارٹونوں کے تیرھویں صدی کے ایک خاکے کے ساتھ موازنے کی تائید کے بجائے (بی بی سی کا پروگرام ٹوڈے، 8فروری2006ء) جس میں یہ دکھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ مسلمان مضحکہ خیز حرکتیں کرتے ہیں، بی بی سی کو چاہیے کہ وہ مسٹر روز کی لن ترانی کا موازنہ مسٹر پائپس سے کرے۔ تبھی مسلم اور مسیحی دنیا دونوں کے لوگ اپنے سامنے حقیقی چیلنج کو دیکھ سکیں گے۔ اب تک تو اس تنازع میں آہستگی سے پیش رفت ہوتی نظر آ رہی ہے جو اس کے موجدوں کی خواہش تھی۔

تنازع کا حقیقی سبب

1997ء میں جب ایک کارٹون میں ایک اسرائیلی عورت کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن پر کھڑے خنزیر (نعوذ باللہ) کی شکل میں خاکہ نگاری کی اشاعت پر تنقید کا نشانہ بنایا گیا تو ڈینیل پائپس نے اس عورت کی اس حرکت کا دفاع کیا ہے، ''ان پوسٹروں کا تیار کرنے والے شخص نے وہی کچھ کیا ہے جسے ریاست ہائے متحدہ میں ہم تحفظ تقریر سمجھتے ہیں۔ ہماری حکومت تحریری مواد کی پُر امن نشر و اشاعت کی یقین دہانی پر مامور ہے، قطع نظر اس کے کہ اس کے مندرجات کتنے ہی نفرت انگیز کیوں نہ ہوں......
آزادی رائے کے تحفظ کے اصول صرف مسرت و انبساط، بچوں کی ابتدائی قافیہ بندی کی، یا نغمات تشکر ہی نہیں بلکہ اس میں نفرت انگیز گھناؤنی اور گستاخانہ گفتگو بھی شامل ہے۔ دو صدیوں سے زیادہ عرصے کے لیے امریکی حکومت نے تسلسل کے ساتھ آزادی رائے کو فروغ دیا اور بنیاد پرست مسلمانوں کے مقابلے میں خوفناک حریفانہ کشمکش کے خلاف بہت کچھ کیا۔ اس صورت حال میں مسٹر برنز کی بد قسمت لفاظی کو لازماً اختیار کیا جانا چاہیے اور اس اصول کے لیے ہمیشہ کھڑے رہنا چاہیے''۔(

http://www.denielpipes.org.articles/284 پائپس 25 جولائی 1997ء)اس انتہائی جارحانہ کارٹون کے ساتھ danielpipes.com کا اب بھی ربط موجود ہے۔

موجودہ مسئلے کو سمجھنے کے لیے جس میں مسلم اور مسیحی دنیا دونوں کے لیے کسی قدر سنگین صورت حال بیدا کر دینے کی صلاحیت موجود ہے، ہمیں اس کے حقیقی اسباب تلاش کرنے کی ضرورت ہے، بجائے اس کے کہ اسے ریا کاری سے بھرے اس جاہلانہ گھن چکر کو باخبر صحافت سے موسوم کریں۔ لیکن آگے بڑھنے سے قبل، لازمی ہے کہ میں ''سازشی نظریات'' کے متعلق کچھ تنبیہی الفاظ کہوں۔ سازش کے حوالے سے لوگوں کے رویے کے متعلق میرا مشاہدہ ہے کہ لوگ دو وسیع گروپوں میں اس طرح جمع ہیں کہ خود ان کا اپنا مقام دو انتہاؤں میں سے کسی ایک پر ہو۔ ایک طرف وہ لوگ ہیں جو سازشوں ہی کو سبھی کچھ گردانتے ہیں جبکہ اللہ اور اس ارادوں کے لیے یہ لوگ بہت کم گنجائش چھوڑتے ہیں۔ میں ایسے لوگوں کو غایت درجے کی مایوسی پر پاتا ہوں۔ یہ لوگ پست ہمت ہوتے ہیں کیونکہ ہماری دنیا کی پیچیدگیوں، انسانی سرشت کی نفاست اور سب سے اہم اللہ ہر جگہ اللہ کی موجودگی اور ذات کامل کی قوت پر نظر رکھنے میں یہ لوگ ناکام رہتے ہیں۔ ''وہ چالیں چلتے ہیں اور منصوبہ بندی کرتے ہیں اور اللہ بھی منصوبہ بندی کرتا ہے اور اللہ سب سے بہتر منصوبہ بندی کرنے والا ہے۔''(القرآن 30:8)۔

یہ کہہ کر میں دوسری انتہا والوں کو بھی برابر کا مایوس پاتا ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر ''حادثاتی نظریہ ساز'' کا ٹھپہ لگایا جا سکتا ہے، یعنی وہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان رکھیں کہ ہماری دنیا میں رونما ہونے والے تمام واقعات بلاترتیب، الل ٹپ اور حادثاتی ہوتے ہیں۔ بگ بینگ سے لے کر بگ کرنچ اور ان کے مابین ہر شے کے متعلق وہ یہ ماننے سے انکار کرتے ہیں کہ انسانوں کے درمیان مخفی انداز میں تعاون کی طرف کسی بھی قسم کا میلان موجود ہے۔ وہ عام طور پر معروف ''تزویراتی منصوبہ بندی'' جیسی کسی شے کے وجود کے بھی منکر ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو جہالت میں مگن رہتے ہیں اور ان لوگوں کو بے چارگی کی نظر سے دیکھتے ہیں جو ریت میں سر چھپانے کے لیے ان کے شانہ بشانہ چلنے سے انکار کر دیتے ہیں۔ ان لوگوں کے نزدیک اسلام اور مسلمانوں پر حملہ آور اسرائیل موافق انتہاپسند فی الاصل برائی کے زعم میں مبتلا مسلمانوں کے معصوم متاثرین ہیں۔

یہ دونوں انتہائیں سوچ کے لیے غیر صحت مندانہ ہیں اور چہل پہل سے معمور اور ترقی کی راہ پر گامزن کسی کمیونٹی کے لیے باعث ضرر ہیں۔ ان دونوں گروپوں کے انتہاپسندانہ طرزِ عمل سے سوچ کی رفتار سست ہو جاتی ہے۔ مسلمان کی حیثیت سے ہمیں تزویراتی حکمت عملی کے امکانات اور ممکنات کو تسلیم کرتے ہوئے، خاص طور پر جب شواہد فیصلہ کن ہوں، زعم باطل اور بھولپن کے درمیان ایک صحت مندانہ توازن برقرار رکھنے کی ضرورت ہے۔ اس خوف کے حصار میں رہ کر کہ ہم پر سازشی نظریہ ساز کا ٹھپہ نہ لگ جائے، ہم اپنی سوچوں کو کسی خول میں مقید نہیں کر سکتے۔ ہمیں لازماً غور کرنا چاہیے کہ اگر اسرائیل موافق انتہاپسندوں کو

ضمانت دے دی جائے کہ مسلمان ان کے ارادوں پر حرف گیری نہیں کریں گے اور جب بھی کسی نے ایسا کیا تو باقی مسلمان اسے سازشی نظریہ ساز قرار دے کر فوراً اس سے اعلان برات کر دیں گے، تو اس سے کیا مراد ہوگی۔

فطری طرزِ عمل تو یہ ہے کہ اس شخص کی ذہنی سوچ کو پرکھا جائے جو پہلے کسی کام کا آغاز کرے۔ اپنے اس دعوے کے برعکس کہ ان کارٹونوں (''ان کے زعم میں یہ کارٹون مسلمانوں کی توہین کے لیے اور برانگیختہ کرنے والے نہیں تھے'') کے منظر عام پر آنے سے قبل مسلمانوں کے اس قدر حساس ہونے کا اسے اندازہ نہیں تھا، (انٹرنیشنل ہیرالڈ ٹریبیون، یکم جنوری 06) مسٹر فلیمنگ روز، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر کشی کے لیے چالیس فنکاروں کی خدمات لینے کا طے کرنے سے قبل اسلام اور مسلمانوں کا مطالعہ کرتا ہے اور کئی سالوں تک وہ ڈینیل پائپس کے کاموں کو فروغ دیتا رہا ہے۔ پائپس کی مدح میں روز کے خود اس کے اپنے مضمون کے لیے اس کا شکریہ (Jyllands-Posten 29-10-2004) میں ان دونوں اشخاص کے مابین تعلقات کی نوعیت کی ہم ایک مناسب سی خاکہ نگاری ہی نہیں کر سکتے بلکہ ہم پائپس کے تصورات اور ان کے اثرات کے اس بہاؤ کا مشاہدہ بھی کر سکتے ہیں جس کا رخ روز کے دل و دماغ کی طرف رہا۔

اس پُرخیال مضمون سے جو ابتدا میں تو ڈینش زبان میں شائع ہوا لیکن اب پائپس کی ویب سائیٹ پر موجود ہے (http://www.danielpipes.org/article/3362) ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ 2004ء میں روز پائپس سے ملنے گیا تھا۔ پائپس کے مڈل ایسٹ فورم تھنک ٹینک کا محل وقوع سختی سے خفیہ رکھا گیا ہے۔ جب تک صحافیوں کو خصوصی دعوت نہ ملے، وہ وہاں نہیں جا سکتے۔ یہ پنسلوانیا کی ایک کثیر المنزلہ گمنام عمارت کی دسویں منزل پر واقع ہے۔ یہاں کوئی ایسی علامت نہیں ملتی جس سے اس کی موجودگی کا علم ہوتا ہو، ایسے ہی خصوصی مدعوئین میں سے ایک آنے والے، یعنی روز نے مڈل ایسٹ فورم کے اپنے دورے اور ڈینیل پائپس سے اپنی گفتگو کے متعلق یوں لکھا ہے۔ اپنے ابتدائی کلمات ہی میں اس نے فوراً اسرائیل موافق انتہاپسندوں کے بے بنیاد خوف سے ڈرانے کا مقبول طریقہ اختیار کیا:

> ''مسٹر پائپس نے اپنی تحریر و تقریر میں اسلام پسندوں کے خطرے کے متعلق 11 ستمبر سے کافی پہلے خبردار کیا تھا۔ 1995ء میں پہلے ہی اس کا کہنا تھا کہ **ان لوگوں نے امریکہ اور یورپ کے خلاف ایک غیر اعلانیہ جنگ شروع کر رکھی ہے**'' (فلیمنگ روز، جیلینڈ پوسٹن، 29 اکتوبر 04)۔

اس کے بعد پائپس کی پکار ریشم سے نرم (soft as velvet) کے عنوان سے بیان ہوئی۔ شواہد کے مطابق اسے تحریر کرتے وقت روز، پائپس کی سرگرمیوں کے مسلمانوں پر پڑنے والے منفی اثرات سے مکمل باخبر تھا۔ وہ قارئین کو یاد دلاتا ہے:

> [پائپس] نے علمی حلقوں، بائیں بازو اور کئی مسلمان حلقوں میں ہنگامہ بپا کر دیا ہے۔ جب پائپس

> یونیورسٹیوں میں جنگجو اسلام کے متعلق گفتگو کرتا ہے تو اس کے ناقدین ہنگامہ آرائی اور قطع تعلق کی دھمکی دیتے ہیں۔ پچھلے سال صدر بش کی طرف سے حکومت کے تھنک ٹینک ''یو ایس انسٹیٹیوٹ آف پیس کے بورڈ میں اس کی تقرری سے بڑے پیانے پر لے دے شروع ہوگئی اور یہ کوئی اتفاقی امر نہیں ہے کہ اس تھنک ٹینک کے صدر دروازے پر نشاندہی کے لیے کوئی علامت نہیں ہے۔''
> (فلیمنگ روز، جیلینڈز پوسٹن 29 اکتوبر 04)۔

جس کسی نے پائپس کی ویب سائٹ دیکھی ہو، اکیلے اس دفتر میں گیا ہو، اور اس سے گفتگو کی ہو وہ بلا شبہ ان تناقضات سے باخبر ہوگا جو پائپس عام طور پر پیدا کرتا رہتا ہے۔ جب مسٹر روز یہ بہانہ بازی کرتا ہے کہ اسے اس کا کوئی اندازہ نہیں تھا کہ یہ کارٹون اس قدر ہنگامہ بپا کریں گے تو مجھے تعجب ہوتا ہے کہ بی بی سی کے صحافیوں کو اس کے اس اخلاص پر کوئی سوال کرنے کی ہمت نہیں ہوتی۔ نیوزنائٹ پروگرام (2 فروری 06) میں روز نے کہا کہ اس کے ''کچھ کارٹونسٹوں'' نے ''ہجویانہ کارٹون بنائے''۔ جو چیز واضح کرنے میں اسے ناکام ہوئی، یہ تھی کہ جب اسے مسلمانوں کی حساسیت اور گزشتہ ہنگامہ آرائی کا پہلے سے علم تھا تو اس نے دیگر کارٹونوں کے مقابلے میں اشاعت کے لیے صرف انہی کا انتخاب کیوں کیا؟

یورپ کو اسلام کے متعلق خبردار کرنا چاہیے

اس دعویٰ کو کہ تارکین وطن کے توسط سے اسلام یورپ میں گھستا چلا آ رہا ہے، اور یہ کہ ''یہ براعظم چند عشروں میں مسلم اکثریت کا علاقہ بن جائے گا'' (پائپس 23 اکتوبر 04)، حقیقی اعداد و شمار سے باخبر آزادانہ رائے رکھنے والا کوئی بھی صحافی اسے نسل پرستوں کے نظریات ہی قرار دے گا۔ یہ دعویٰ کسی تبصرے کے لائق نہیں یا کم سے کم الفاظ میں یہ درخورِ اعتنا گردانے جانے کے لائق بھی نہیں ہیں۔ تاہم ہمارا ڈینش کلچرل ایڈیٹر مسٹر روز، ایک مختلف نقطہ نظر اختیار کرتا ہے۔ اس کے نزدیک یہ ایک اس قدر عمیق سنجیدہ علمی صورت حال ہے کہ ڈینش زبان میں اس کا ترجمہ کر کے اسے اس کے اخبارات میں شائع کیا جانا چاہیے۔ وہ لکھتا ہے:

> ''پائپس کا خیال ہے۔ شرح پیدائش کے ناپ تول اور خود اپنی تاریخ اور ثقافت کے ڈھیلے ڈھالے سے تصور کو ذہن میں رکھتے ہوئے، اسے تعجب ہے کہ یورپ اسلام کے خطرے سے بہت زیادہ خبردار نہیں ہے۔ ''یہ ہمارے عہد کے عظیم ترین افسانوں سے ایک ہے۔ یورپ میں رونما ہونے والا ردِعمل چکرا دینے کی حد تک بیزار کن ہیں۔ اس پر کام کے اعتبار سے بہت استرداد دیکھنے کو ملتا ہے۔ یہ امر متناقض بالذات ہے کہ اقتصادی اور سیاسی لحاظ سے کمزور ممالک سے خوشحال اور

طاقتور یورپ میں آنے والے مسلمان ثقافتی امنگیں رکھنے کے اعتبار سے یورپی آبادی سے کہیں زیادہ پُرجوش ہوتے ہیں۔ مجھ جیسے ایک امریکی کو یہ بات چکرا کر رکھ دیتی ہے۔ پچھلے 500 سالوں کے پورے عرصے میں یورپ تاریخی اعتبار سے قائدانہ قوت کا آئینہ دار رہا ہے لیکن اب یوں دکھائی دے رہا ہے کہ یہ عہد تمام ہونے کو ہے" (فلیمنگ روز۔جیلینڈ پوسٹن، 29 اکتوبر 04)۔

اسلام کے خلاف نفرت پیدا کرنے کی تیاری

حکمت عملی کے اعتبار سے اس مضمون کا انتہائی خیال افروز پیراگراف لوگوں کے ذہنوں میں اسلام کے متعلق نفرت پیدا کرنے کی ضرورت سے متعلق ہے۔ اس میں پائپس کی طرف سے یہ تزویراتی مشورہ شامل ہے کہ اسلام سے کیسے نمٹا جائے۔ اس مضمون میں روز صرف مسلمانوں کے امور میں مداخلت کرنے سے متعلق اپنی دلچسپی کی تصدیق ہی نہیں کرتا بلکہ وہ الفاظ کے اپنے انتخاب، مجوزہ حکمت عملیوں اور طریقوں پر خاموشی سے مہر تصدیق ثبت کرنے کا اظہار بھی کر رہا ہے۔ پائپس کا حوالے دیتے ہوئے وہ لکھتا ہے:

> "ڈینیل پائپس یہ نتیجہ نکالتا ہے.......... ہمارے ہاں لاکھوں مسلمان ہیں۔ اگر آپ گہرائی میں جا کر اس معاملے کا جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ کشمکش ایسی ہے جس سے لازماً نپجہ آزمائی ہونا چاہیے اور اسے مسلم دنیا میں جیتا جانا چاہیے۔" ڈینیل پائپس کے مطابق اب ایسی متبادل قیادت اور افکار کی تلاش ضروری ہے جو جنگجو اسلام سے مقابلہ کرسکیں۔ "فاشزم اور کمیونزم سے محاذ آرائی میں ہم فاتح تھے کیونکہ ہم نے دشمن کے نظریے کی خلیج کو گہرا کرنے کا اس طرح بندوبست کر دیا تھا کہ اکثریت کی نظروں میں یہ ایک جوابی کارروائی تھی۔" (فلیمنگ روز، جیلینڈ پوسٹن، 29 اکتوبر 04)

گزشتہ ہفتوں میں رونما ہونے والے واقعات اور دیئے گئے ان اقتباسات کی روشنی میں کیا ہمیں مسٹر روز اور دیگر اسرائیل کے حمایتی انتہاپسندوں کو اب بھی شک کا فائدہ دینا چاہیے؟ یہ سوال اٹھایا جانا تا حال بے جواز ہے کہ آیا مسٹر روز کے کارٹون یورپی لوگوں کے ذہنوں میں اسلام اور مسلمانوں کے متعلق معاندانہ ردِعمل پیدا کرنے کی کسی تزویراتی چال کا حصہ تھے؟ کیا یہ سوچنا بے کار ہے کہ جن لوگوں کی ایمان سے واقعتاً وابستگی ہے ان کو نامعتبر قرار دے کر اور ان کی جگہ ہم جنس پرستی کی مہم چلانے والے

ارشاد منجی (نیوز نائٹ 9 فروری 06) بینیڈر کے لنگو ٹیے عامر طاہری (سنڈے ٹائمز 12 فروری 06) اور بہت سے وہ دیگر لوگ جو اپنی فکر میں تو نکتہ سنج ہیں لیکن خطرے کے اعتبار سے باقی لوگوں جیسے ہیں، کو لا کر اسرائیل کے حمایتی ''مسلمان'' انتہا پسندوں سے تبدیل کرتے ہوئے یہ ہوا اسلام میں کوئی اصلاح لانے کی خاطر دباؤ ڈالنے والی کسی لگاتار مہم کا حصہ ہے؟ (مذکورہ بالا دونوں افراد کے متعلق میرے مضامین ملاحظہ ہوں:

http://www.occri.org.uk/articles/Taheri280705.htm اور
http://www.occri.org.uk/Articles/QuestionsforBBCProducers.htm)

یہ ایک مہم ہے نہ کہ اندازے کی غلطی

مسٹر روز اگر غیر جانبدار تھا اور اس سے فی الواقع ایک ادارتی غلطی کا صدور ہوا ہوتا تو وہ بہت سے دیگر جدید یورپی شریف النفس لوگوں کی طرح فوراً کارٹون واپس لے لیتا اور یہ کارٹون جس اضطراب کا سبب بنے ہیں، ان پر معافی کا خواستگار ہوتا۔ لیکن ہمارے مشاہدے کے مطابق اس کی جگہ اس نے مسلمانوں اور یورپی لوگوں کے مابین حائل خلیج کی طرف توجہ مبذول کراتے ہوئے اپنی سرگرمیوں سے ناروا فوائد حاصل کرنے کا کٹڑپن والا راستہ اختیار کیا۔ معافی مانگنے کی بجائے، اس نے ترک وطن کے متعلق بات شروع کر دی۔ نیوز نائٹ پروگرام میں (2 فروری 06)، وہ یک رخی **دلیل** دیتا ہے یعنی:

> ''ان کارٹونوں سے ڈنمارک میں ترک وطن کے متعلق ایک بہت اہم مباحثے کو تحرک ملا ہے اور اس مثال کے ذریعے اب ہم ایک طرف تو اس پر بحث کا آغاز کر رہے ہیں کہ میزبان برادری کو بیرون ممالک سے آنے والے تارکین وطن اور مہاجرین کی آؤ بھگت کرتے وقت خود اپنی اقدار اور روایات پر کس حد تک مفاہمت کرنا چاہیے اور دوسری طرف یہ کہ تارکین وطن کو خود اپنی ثقافت میں سے کس قدر عناصر کو ترک کر دینا چاہیے۔ اگر بعض مسلمان مجھ سے یہ تقاضا کریں کہ میں عام جگہوں اور عوامی مقامات پر خود کو ان کی مذہبی پابندیوں کا پابند کر دوں تو یہ الجھن کا باعث ہوگا۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس معاملے میں وہ مجھ سے احترام کا تقاضا کر رہے ہیں بلکہ میرا خیال ہے کہ وہ مجھ سے میری خود سپردگی کا مطالبہ کر رہے ہیں۔''

روز کے اس دعوے میں کہ ''ان کارٹونوں سے ترک وطن کے متعلق ایک اہم مباحثے کو تحرک ملا ہے'' کیا پائپس کے اس تحریر کے ساتھ ایک طاقتور للکار نہیں ہے کہ ''یورپ اس خطرے کے بارے میں پر زیادہ خبردار نہیں ہے جو اسلام لے کر آیا ہے۔''

افسوس ہے روز پر، کہ اس کی طرف سے پائپس کے موعودہ ''لاکھوں مسلمان'' کچھ کر گزرنے میں ناکام رہے ہیں۔ الجھے ہوئے

مسلمانوں پر مشتمل ایک چھوٹے سے گروپ نے ڈنمارک میں ان مطبوعات کے حق میں جمع ہونے کا یقیناً بندوبست کرلیا ہے لیکن لاکھوں دوسرے مسلمان روز کے دفاع میں نہیں آئے۔

دانش مندانہ پسپائی

بالآخر کچھ تبصرہ نگاروں نے مسٹر روز سے یقیناً کچھ ناپسندیدہ سوال کیے، جیسے ڈینیل پائپس کے ساتھ اس کے روابط پر استفسار۔ انٹرنیشنل ہیرالڈ ٹریبیون کے ایک رپورٹر ڈان بیلفسکی کے ایسے ہی ایک سوال کے جواب میں اس نے کہا "وہ اسرائیل کے ایریل شیرون کو کسی کارٹون میں فلسطینی بچے کا گلا گھونٹتے ہوئے نہیں دکھائے گا (آئی ایچ ٹی یکم جنوری 06) باوجودیکہ اس کا دعویٰ ہے کہ آزادیٔ اظہار کی کوئی حد نہیں ہونا چاہیے۔

جب اسے اس طرح کے سخت دباؤ میں لایا گیا تو روز کا اچانک ردِ عمل یوں تھا کہ اب وہ نسل کشی کے متعلق ایرانی کارٹون شائع کرنے پر تیار ہے۔ اس کے بعد اخبار کے ایڈیٹر کی حیثیت سے اسے بخوبی چھوڑ دیا گیا۔ دنیا بھر کے لوگوں سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ اس بات پر یقین کرلیں کہ وہ اب بھی ایڈیٹر ہے اور وہ ایران کے نسل کشی والے کارٹوں شائع کرے گا۔ میرا خیال ہے، ہرگز نہیں۔ کوئی شخص "تمام لوگوں کو ہمیشہ بے وقوف نہیں بنا سکتا" جب آپ سچائی کی معمولی سی توقع کریں تو پسپا ہونے کے لیے یہ اڑیل پنے کی عادت سی بن جاتی ہے۔

یہاں سے ہم کہاں جائیں؟

اب تک یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ہر کام منصوبے کے مطابق ہوا: "تنبیہ" ایک ایسے کارٹون کی شکل میں کی گئی جس نے دنیا بھر کے مسلمانوں کے دل چھلنی کر دیئے، ردِ عمل سے اکثر یورپی لوگوں کے دلوں میں نفرت پیدا ہوئی۔ اور بے خبر سادہ لوح مسلمان "اصلاح پسندوں" کے کان کھڑے ہو گئے اور وہ دوبارہ اس کوشش میں لگ گئے کہ وہ روایت پسند، مرکزی دھارے والے اسلامی اسکالروں کے ساتھ ہو کر چلیں۔

کارٹوں کے اس بحران پر تبصرہ کرتے ہوئے پائپس لکھتا ہے: "یقیناً یہ تہذیبوں کا تصادم معلوم ہوتا ہے۔ لیکن ایسے نہیں ہے...... جدت پسند روشن خیال، آزاد خیال مسلمان بھی موجود ہیں......وہ دلگیری اور تعاون کے لیے مغرب کی طرف دیکھتے ہیں...... مسلم دنیا کو جدید بنانے میں بالآخر انہی لوگوں کا ایک اہم کردار ہوگا۔" (ڈینیل پائپس، "Making sense of the cartoon jihad" نیشنل ریویو آن لائن 7 فروری 06)۔

یہ بات قابل ذکر کے ہے کہ ہر وہ شخص، قطع نظر اپنے طریق کار کے، جو اسلام کے متعلق پائپس کے نقطہ نظر سے متفق نہ ہو، اس پر "جنگجو" یا "اسلام پسند" کا ٹھپہ لگا دیا جاتا ہے۔ 2001ء میں اس نے مغرب کے مسلمانوں کو شیخ ابو الحسن علی ندوی کی اس

ہدایت کا حوالہ دیتے ہوئے کہ زندگی میں تقویٰ اور پرہیزگاری سے لوگ اسلام کی طرف راغب ہوں گے، تمام مسلمانوں میں عالمی شہرت کے حامل شیخ ابوالحسن علی ندوی کو ایک ''اہم ہندوستانی اسلام پسند'' قرار دیا (ڈینیل پائپس، The Danger Within، تبصرہ، نومبر 2001ء)

اگر تنفر کے کانٹوں کو اگنے دیا جاتا رہا، اور سادہ لوح مسلمان بعینہٖ اسی ردِعمل کا اظہار کرتے رہے جسے انگیخت کرنے والے جس طرح چاہتے ہیں اور نامعقول ''مصلحین'' اصل اور اسلام کے مرکزی دھارے پر اسی طرح چڑھائی کرتے رہے تو یورپ کے اندر مختلف النوع ثقافتوں کے مابین ہم آہنگی یقینی طور پر ماند پڑ جائے گی۔ اس طرح یہ عالم گیر گاؤں رہنے کے لیے ایک بے سکون جگہ بن جائے گی۔ اس صورت حال کے تدارک کی خاطر یورپ کے قدیم باشندوں کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو بھی اس نفسیاتی حالت جنگ کے خطرے سے نبرد آزما ہونے کے لیے اٹھ کھڑے ہونا چاہیے جسے اسرائیل کی خدمت پر مامور معمولی سی تعداد کے منضبط اور مرتب اداروں نے ان کے خلاف شروع کر رکھا ہے۔

یورپ کے لوگوں کے نام

یورپ کے لوگوں سے میں یہی کہتا ہوں کہ مسلمان اپنے نبی (علیہ السلام) سے ایسی حقیقی محبت کرتے ہیں جسے الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔ بلاشبہ آج کی دنیا میں ان کے جذبات کی شدت کے بیان کے لیے کوئی موازنہ کرنا مشکل کام ہے۔ شاید برطانیہ میں شہزادی ڈیانا کی موت پر لوگوں کے جذبات اور مادر ملکہ کے لیے احترام جیسی مثالیں اس نکتے کی توضیح میں کام آ سکتی ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے اثرات ان کے عقیدت مندوں کی زندگیوں پر مقابلتاً کہیں کم ہیں، تاہم مجھے یقین ہے کہ برطانیہ میں آج کوئی اخبار نہیں جو ان خواتین میں سے کسی کے متعلق کوئی ہتک آمیز کارٹون شائع کرے۔ لیکن اپنے نبی کے ساتھ مسلمانوں کی وابستگی کا اندازہ کرنے کے لیے لوگوں کو برطانیہ کی ان دو خواتین کے لیے احترام اور محبت کے جذبات کو سینکڑوں گنا بڑھا کر تصور کرنا ہوگا۔ ہمارے نبی کے الفاظ اور افعال پوری دنیا کے مسلمانوں کی زندگیوں پر ہر روز بے شمار طریقوں سے اثر انداز ہوتے ہیں۔ ان کے صبح ایک دوسرے پر رحمت اور برکت بھیجنے سے لے کر رات ان کی نماز کی آخری دعا تک۔ نبی ان کی راہنمائی کے سلسلے میں تلطف کا ایک نمونہ ہے اور وہ کسی بھی مسلمان کے لیے خود اس سے اور اس کے کنبے سے بڑھ کر انہیں عزیز ہے۔

میں مسلمانوں کے اس چھوٹے سے گروپ کے لیے کچھ نہیں کہہ سکتا جو اپنے معاملے کی شنوائی کے سلسلے میں آپ کی خوبیوں سے ناامید ہو چکے ہیں اور اپنے لیے بموں والے راستے کا انتخاب کر چکے ہیں بلکہ میں یہاں مخلص مسلمانوں کی بھاری اکثریت کا معاملہ پیش کر رہا ہوں۔ اصل اور مرکزی دھارے کے اندر رہنے والے مسلمان موجود ہیں جو ان علاقوں میں پرامن طریقے

سے آئے۔ ہم میں سے اکثر لوگ ظلم اور تعدی اور مشکلات سے نکل کر پناہ کی تلاش میں آئے ہیں اور اپنی طرف سے اظہار تشکر کے طور پر ہم چاہتے ہیں کہ آپ کے دلوں میں ہمارا اخلاص آشکارا ہو۔ ان جذبات کی توجیہ ''آپ کو برباد کرنے کے خواہشمند'' کے طور پر کرنا ناشائستگی کی حد تک غیر منصفانہ ہے۔ بلاشبہ یہ بات فہم کے منافی ہے کہ بیک وقت لوگوں کی بربادی کی خواہش کے ساتھ ان سے ان کی دل کی گہرائی سے شفقت کا اظہار بھی کیا جائے۔

عہد حاضر میں بدقسمتی سے ڈینیل پائپس جیسے لوگ اپنی خواہشات کو عملی جامہ پہناتے ہوئے آپ میں سے اکثر کو اس لغو بات پر (آپ اور کسی اور کو تباہ کرنے کے ہمارے فرضی منصوبوں کے متعلق) قائل کرنے میں کامیاب رہے ہیں، یعنی مسلمان یورپ پر قبضہ کرنے اور اسے قید خانے میں تبدیل کرنے کے معاملے میں بس ذرا فاصلے پر ہیں۔ یہ بات اس حقیقت کے علی الرغم کہی جا رہی ہے جب تمام دنیا میں سے مشکلات و مصائب کے مارے ہوئے مسلمان بھاگ بھاگ کر یورپ آرہے ہیں۔ دنیا کے 70 فی صد سے زائد مہاجرین مسلمان ہیں۔ یہ ایک مذاق نہیں تو اور کیا ہے کہ جب مسلمانوں کے گاؤں کے گاؤں صفحۂ ہستی سے ملیا میٹ کیے جارہے ہیں، بموں سے قصبوں کے پرخچے اڑائے جاتے ہوں، کھیتیاں برباد کی جاتی ہوں، ملکوں پر قبضہ کیا جاتا ہو اور لاکھوں کو بے گھر کیا جاتا ہو، ایسے میں ان افعال کے مرتکبین کی پروپیگنڈ امشنری دنیا کو بتارہی ہے مسلمان تمام براعظموں میں آ کربس قبضہ کرنے ہی کو ہیں اور یورپ ان میں سے پہلا براعظم ہے۔

وقت آ گیا ہے کہ امن کے خواہشمند اور صحیح الدماغ لوگ آگے آ کر کہیں کہ ''بس بہت ہوگیا''! ہم اپنی حکومتوں کو آخر کب تک من گھڑت شواہد کے ذریعے ساز باز پر مبنی غیر دانشمندانہ فیصلے کرنے کی اجازت دیتے رہیں گے (مثلاً غیر قانونی جنگیں) اور ذرائع ابلاغ کو کب تک کھلی چھٹی دیتے رہیں گے کہ اس قدر جانبدار ہو کر کام کرے کہ عشروں کی محنت اور بڑی صعوبتوں سے حاصل ساکھ کو لمحوں میں غارت کر کے رکھ دے (جیسے میری پر بی بی سی کا انحصار)۔

ایک ایسے وقت میں جب پارلیمنٹ ''گلوریفکیشن'' اور ''انسائٹ مینٹ'' کے بلوں پر بحث کر رہی ہے، کیا 1997ء میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو (نعوذ باللہ) ایک خنزیر کی صورت میں پائپس کی منظر نگاری پر مبنی اس کی گلوریفکیشن والے کرتوتوں اور 2004ء میں فلیمنگ روز کے اکسانے والے الفاظ سے ہم اعراض کرتے رہیں گے؟ پائپس کے خیال میں یورپ کو مسلمانوں کی موجودگی سے خبردار ہونے کی ضرورت ہے۔ جس طریقے سے وہ یہ تنبیہ کرتا ہے، اس سے لوگوں کے ذہنوں میں ''نفرت'' پیدا کی جارہی ہے۔ اگر یورپ تہذیبی تصادم کے شرارے چھوڑنے والے ان شاطر اداروں کو پہنچانے میں ناکام رہا تو برطانوی پارلیمنٹ نے جن شناختی کارڈوں کے حق میں گزشتہ دنوں ووٹ دیئے ہیں، ان کا استعمال بڑی حد تک بے معنی ہو جائے گا۔

دنیا کے مسلمانوں کے نام

مسلمانوں سے میں یہی کہتا ہوں کہ بھول بھلیوں میں سے راستہ تلاش کرنے کا وقت آ گیا ہے۔ ہم بار بار اور متعدد دفعہ شطرنج کے مہروں کی طرح اپنا کردار ادا کرتے رہنے کی سازباز کا شکار ہوتے رہے۔ دشمنان اسلام ہماری تاریخ کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں۔ وہ یہ جانتے ہیں کہ ماضی میں یہ معمولی ساحربہ--- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین--- ہمیں زیر دام رکھنے میں کامیاب رہا ہے۔ مسلم اندلس (اسپین) میں نماز جمعہ کے بعد مساجد کے باہر ایسے لوگوں کو مامور کرنے کی ایک مربوط مہم ہوا کرتی تھی کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو (نعوذ باللہ) لعنت ملامت کریں۔ اس کا مقصد غیر معمولی ردِعمل کے لیے انگیخت پیدا کرنا اور مسلمانوں اور مسیحوں کے مابین خلیج گہری کرنا تھا۔ افسوس کہ یہ حربہ کام کر گیا۔ یہ مہم اس طویل کارروائی کا آغاز تھا جو بالآخر تمام اندلس سے مسلمانوں کے جبری اخراج کا سبب بنی۔

رائے عامہ کے جائزے والی ایک ویب سائٹ (yougov.com) نے (جس کی مدح ڈینیل پائپس "ساکھ والی" کے طور پر کرتا ہے) یہ خیال ظاہر کرتے ہوئے کہ برطانیہ میں 16,000 فعال مسلمان دہشت گرد موجود ہیں، کارٹون والے تنازع کے متعلق حال ہی میں لوگوں سے بعض دلچسپ سوال کرتی رہی ہے: "کیا احتجاج کرنے والوں کے نقطہ نظر نے آپ کو برانگیختہ کیا؟" 58 فی صد نے کہا، ہاں۔ "کیا برطانیہ میں مسلمان دیگر مذاہب کے ساتھ پُرامن طور پر رہ سکتے ہیں" 63 فی صد نے کہا، نہیں (سنڈے ٹائمز، 12 فروری 06)۔

چونکہ میں یہ دعویٰ کرنے سے قاصر ہوں کہ ڈینیل پائپس اور یوگو (yougo) پول میں کوئی ربط ہے، میں یقینی طور پر کہہ سکتا ہوں کہ سوالات کرنے کا یہ انداز اس شخص کے لیے بے حد مفید ہے جس میں یہ خواہش جڑ پکڑ چکی ہو کہ یورپی معاشرے کے لوگوں کے دل و دماغ میں جاگزیں اسلام اور مسلمانوں کے لیے نفرت پیدا کی جائے۔ اسے اپنی کامیابی کی شرح کا اندازہ کرنے میں یقیناً دلچسپی ہوگی۔ علاوہ ازیں پول سروے والی رائے اکثر اوقات رائے پر اثر انداز ہونے میں نمایاں کردار ادا کر سکتی ہے اور مجھے یقین ہے کہ بجائے خود اس کام میں مسٹر پائپس کو گہری دلچسپی ہوگی۔

میں نے یہاں جو کچھ پیش کیا ہے، اس پر انحصار کرتے ہوئے، کہا جا سکتا ہے کہ اس انگیخت کے جواب میں اکثر مسلمانوں نے پائپس اور اس کے حواریوں کی خواہشات اور شاید منصوبوں کو عملی جامہ پہنایا ہے۔ اگرچہ بعض اقدامات ضروری اور دانشمندانہ تھے، تاہم ہم نے سادہ لوحی سے کھیل کھیلنے کا مظاہرہ کیا جیسے سفارت خانے جلانا، جن کمپنیوں کا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں، ان سے قطع تعلق کرنا اور ڈنمارک کے معصوم لوگوں کی ویب سائٹوں پر حملہ آور ہونا۔ اس معاملے کا دلچسپ پہلو یہ ہے کہ جب

ہماری ناراضی اورحملوں کارخ یورپ کی طرف ہے، اسرائیل ،مسلمان مما لک سے اسی طرح تعلقات رکھے ہوئے ہےاوراس کی کمپنیاں مسلمانوں کی منڈیوں میں خوب پھل پھول رہی ہیں۔

اپنے اب تک کے اقدامات کے ذریعے ہم نے چندلوگوں کے دلوں میں پائپس کےتخم خبیثہ کی آبیاری کی ہےاوراب یہ تخم اس دیوہیکل عفریت میں سرایت کر چکے ہیں جو یورپ کے دل ودماغ کوروندرہا ہے۔اس میں شک نہیں کہ جب خنجروں سے ہمارے دل چھلنی ہوں، ہمارے دل کٹ چکے ہوں توسوچنے کے لیےوقت نکالنا اوراحساس جواب دہی کے ساتھ کام کی گنجائش نکالنادشوارہوتا ہے۔وجہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہماری محبت۔لیکن خنجر کو بےآب کرنے کے لیے پہلا کام بصیرت ظاہرکرنے کا ہونا چاہیے جس کی نظراس ہاتھ پرہوجس میں خنجر ہے،اس جسم پرہوجس کا یہ ہاتھ ہےاورسب سے اہم اس ذہن پرہوجواس جسم کوحرکت دیتا ہے۔اس دماغ کوکچلنے کے لیےہمیں اس انداز میں جواب دینے کی ضرورت ہے کہ اس شریرذہن کو کانوں کان خبر نہ ہو۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے والی بصیرت کا تقاضا ان الفاظ میں ہے: ''مومن ایک سوراخ سے دوبار نہیں ڈساجاسکتا'' (بخاری)۔

ہم اس صورت حال کے متعلق اس وقت چوکنے ہیں جواسپین میں پہلے ہوچکی ہےاوراللہ جانتا ہے کہ ہم تاریخ دہرانے کی اجازت نہیں دیں گے۔ہمیں لازماً یہ فیصلہ کرنا ہے کہ اپنی توانائیاں خنجر گھونپ کرنفرت پیدا کرنے پرمرکوزکرنے کی بجائے،اب ہم دنیاپرظاہرکریں گے کہ ہمارادکھ کیوں اتناشدید ہے۔بصیرت افروزطرزتکلم اوردل نشین مثالوں سے ہم واضح کریں گے کہ کیوں ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم مومنین کے لیےخودان کی ذات پرمقدم ہے'' (القرآن 6:33)۔

یہ مقصدگلیوں سڑکوں میں ان لوگوں پرچیخنے سے حاصل نہیں ہوگا بلکہ یہ مقصدلوگوں کودلنشین طریقے سے اپنے گھروں میں،اپنے دفتروں میں،اپنی مسجدوں میں اوراپنے کانفرنس ہالوں میں مدعوکرنے سے حاصل ہوگا۔آیئے مل کردنیا کومحمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے ان کے کردار کی عظمت دکھائیں۔جب انہوں نے طائف کاسفرکیاتوہم اس سے سبق حاصل کریں گے۔استہزا کے علاوہ وہاں کےلوگوں نے ایک ہجوم کی شکل میں ان پرحملہ کیا۔انہیں پتھر مارے حتیٰ کہ ان کا خون بہنے لگا۔تب انہوں نے اللہ سے رجوع کرکے یہ دعا کی:

> ''اے اللہ! اپنی قوت میں ضعف،اپنے اسلوبِ دعوت کی بےچارگی اورلوگوں کے سامنے اپنی ہتک پرمیں صرف آپ ہی سے شاکی ہوں۔اے وہ ذات جوانتہائی رحم دل ہے! تمہی تو مظلوموں کے آقاہو،تمہی میرے آقاہو۔میرے امورتم کسے سونپتے ہو؟ایک اجنبی کوجومجھ پر

غضب ناک ہو؟ یا ایک ایسے دشمن کو جو مجھ پر غلبہ پالے؟ اگر تم مجھ سے ناراض نہ ہوتو مجھے (اپنی مشکلات کے متعلق) کوئی پرواہ نہیں۔ لیکن تیری طرف ودیعت کردہ کچھ سہولت میرے لیے زیادہ باعث آرام ہوگی۔ میں آنے والے غصے اور غضب سے نکل کر تیرے نور کی پناہ میں آنا چاہتا ہوں (جس سے تمام تیرگی چھٹ جاتی ہے اور دنیا اور آخرت کے تمام معاملات درست ہو جاتے ہیں)۔ میں تجھ سے معافی کا طلب گار ہوں تا کہ تو مجھ سے راضی ہو جائے۔ تیرے سوا کوئی قوت ،کوئی طاقت نہیں۔''

اس موقع پر ایک طاقتور فرشتہ خاموشی سے آپ کے پاس آیا اور کہا کہ قرب وجوار کے پہاڑ اس شہر کے اوپر الٹ کر اسے برباد کر دیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب تھا: ''ہرگز نہیں! انہیں مت ختم کرو۔ حتیٰ کہ اگر وہ میری دعوت قبول نہ کریں تب بھی۔ ہوسکتا ہے ان کی نسلوں میں سے ایک دن کوئی اللہ کی پرستش شروع کر دے۔'' طائف کے نواحی صحرا میں ہونے والے اس رحم دلانہ فیصلے کے نتیجے میں برصغیر کے مسلمانوں پر براہ راست برکتیں نازل ہوئیں۔ پاک و ہند میں اسلام پھیلانے والے محمد بن قاسم طائف کی پہاڑیوں میں رہنے والے انہی لوگوں کی اولاد میں سے تھے۔

''اے نبی! ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے'' القرآن 21 :107

از شیخ مولانا محمد ریاض الحسنیف ندوی، پی ایچ ڈی

آکسفورڈ کلچرل ریسرچ انسٹیٹیوٹ آکسفورڈ برطانیہ

14 فروری 2006ء

www.occri.org.uk

Oxford Cross-Cultural Research Institute

© OCCRI 2006